ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

تار کا پتہ "الفضل" قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر۔ غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

فی پرچہ ۱؍

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند [illegible] قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند [illegible]

نمبر ۴۵	مورخہ ۱۳؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء	یوم پنجشنبہ	مطابق ۱۱؍ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ	جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

امید کی جاتی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز انشاء اللہ العزیز ۱۶؍ اکتوبر کو مراجعت فرمائے دارالامان ہونگے۔ حضور کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

۱۱؍ اکتوبر جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلےٰ اپنی لڑکی آمنہ بیگم صاحبہ کی بیماری کا تار پہونچنے پر روپڑ تشریف لے گئے۔ احباب مریضہ کے لئے دعاء صحت فرمائیں۔

حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے ۱۰؍ اکتوبر بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں ذکر حبیبؑ پر تقریر کی۔

۱۰؍ اکتوبر جناب میر قاسم علی صاحب نے اپنے عزیز محمد عمر صاحب کی دعوت ولیمہ میں بہت سے مقامی اصحاب کو مدعو کیا۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ۹؍ اکتوبر مناظرہ کے لئے رہتک تشریف لے گئے۔ وہاں سے دہلی جائینگے۔ جہاں کچھ عرصہ قیام کرینگے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کی ترقی اور مخالفین کی کمی

(فرمودہ ۱۳؍ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء)

مخالفوں کی کمی اور اپنی روز افزوں ترقی پر فرمایا۔ یہ فوق العادت ترقی نہ ہو۔ اگر تغیر واقع نہ ہوا ہو ان کا خزانہ کم ہو رہا ہے۔ اور ہمارا بڑھ رہا ہے۔ اگر ان کے پاس اپنی سچائی کے دلائل ہیں۔ تو یہ لوگوں کو روک لیں۔ اگر کوئی بڑا سیلاب آیا ہوا ہو۔ اور کسی کا گھر تباہ ہو رہا ہو۔ اور اس کے پاس سامان بھی ہو۔ تو کیا وہ اس کے روکنے کی سعی نہ کرے گا؟

ہمارے پاس جو ہر روز بیعت کے لئے آتے ہیں۔ اُن میں سے ہی آتے ہیں۔ آسمان سے تو نہیں آتے ؛

(الحکم ۱۴؍ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء)

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

جماعت ہائے ضلع فیروزپور کی تبلیغی جدوجہد

فیروزپور چھاؤنی میں ڈاکٹر محمد رمضان صاحب سیکرٹری تبلیغ کی کوشش سے ایک صاحب نے جو خاندانی احمدی تھے۔ مگر کچھ عرصہ سے پیغامی خیالات رکھتے تھے۔ معہ اپنے دو رشتہ داروں کے بیعت خلافت کی۔ اور اب جماعت احمدیہ کے سرگرم ممبر ہیں۔ ایک برٹش افسر کو تحفہ لارڈ اروِن مطالعہ کے لئے دیا گیا۔ جس کی اس نے بہت تعریف کی۔ ایک صاحب کے نام رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کرایا گیا۔ اور ایک دوست سے قیمت لیکر کسی غیر مستطیع کے نام رسالہ جاری کرنے کے لئے ارسال کی گئی۔

ماہ اگست میں انصار اللہ کے دو وفود تبلیغ کے لئے گئے۔ ایک تاجر نے پرائیویٹ مناظرہ کا انتظام کیا۔ لیکن غیر احمدی مناظر نے غلط مبحث کرنا چاہا۔ چونکہ بار بار سمجھانے کے باوجود وہ باز نہ آیا۔ اس لئے حسب شرائط صدر نے مجلس برخاست کر دی۔ بعد میں بعض لوگوں نے آکر مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو کی۔ دوسرے روز ... نے بھی وفات مسیح کے مسئلہ پر بعض لوگوں سے گفتگو کی۔

ماہ اگست میں جماعت احمدیہ موگہ کے دو انصار اللہ شیخ لال محمد صاحب اور شیخ حیات محمد صاحب نے موضع اینا اور موضع تلونڈی میں اور جماعت احمدیہ سکھاتند کے ۷ انصار اللہ نے چار ملحقہ دیہات میں لوگوں کو پیغام حق پہونچایا۔ جماعت احمدیہ زیرہ کے سکرٹری تبلیغ نے دو مباحثے کئے۔ جن کا اچھا اثر ہوا۔ ریاست فریدکوٹ میں ایک جلسہ ہوا۔ مستری جمیل الرحمٰن اور مستری محمد حسین صاحبان نے وفات مسیح اور صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقریریں کیں۔

کوٹ کپورہ کے چودھری امام الدین صاحب نے پندرہ اشخاص کو تبلیغ اور چودھری خواجہ محمد صاحب نے دس غیر احمدیوں کو اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھکر سنائی۔ مولوی نورالدین صاحب بھی تبلیغ کرتے رہے۔ پٹی میں ایک اہلحدیث مدرس اپنے طلباء کو مشق کرانے کے لئے مناظرہ کرایا کرتا تھا۔ ایک موقع پر ایک طالب علم کو احمدی قرار دے کر بحث کی تیاری کے لئے کہا گیا۔ اس نے خوب تیاری کی اور بعض احمدیوں سے مدد لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے دلائل کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ آئندہ کیلئے یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔ فیروزپور میں ۱۲ اصحاب نے منظم تبلیغ میں حصہ لیا۔ اور سات دیہات میں تبلیغ کی۔ لدھیکے نیویں کے انصار اللہ نے انفرادی تبلیغ کے علاوہ چھ دیہات میں تبلیغ کی۔ ایک مناظرہ ہوا۔ اکثر جماعتوں میں درس قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعودؑ ہوتا ہے۔

جھاوریاں میں جلسہ

۱۹ر اگست کو مولوی احمد خان صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایک احمدی کے مکان کی چھت پر تقریریں کیں۔ بعض غیر احمدی معززین بھی آگئے۔ بعض اشرار نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جس پر معزز غیر احمدیوں نے انہیں بہت لعنت ملامت کی۔ اور احمدی مبلغین کو اپنی مسجد میں تقریریں کرنے کے لئے لے گئے۔ وہاں خوب زوردار تقریریں کی گئیں۔ اور رات کے دو بجے تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ جن غیر احمدی معززین نے یہ رواداری دکھلائی۔ وہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔

مجوکہ میں جلسہ

مولوی احمد خان صاحب۔ مولوی محمد نذیر صاحب ملتانی۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مولوی محمد سلیم صاحب نے تقریریں کیں۔ جن کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ایک شخص سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا۔

چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ہر ایک احمدی کو چندہ جلسہ سالانہ میں اپنی آمد کا پانچواں حصہ علاوہ ماہواری چندوں کے اخیر اکتوبر ۱۹۳۲ء تک داخل کرا دینا چاہیئے۔

ناظر بیت المال۔ قادیان

انبالہ میں تقریریں

شملہ کے جلسہ سے واپسی پر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی ظہور حسین صاحب ۲۸ر اگست یہاں ٹھہرے۔ مولوی ظہور حسین صاحب نے رات کے وقت ختم نبوت اور وفات مسیح پر تقریر کی۔ جس کے بعد بعض سوالات کے جواب دیئے۔ مولوی غلام رسول صاحب نے ایک جینی کے ساتھ قربانی اور رحم کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔

پٹیالہ میں جلسہ

۱۹-۲۰ر ستمبر جلسہ منعقد ہوا۔ پہلے مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے فضیلت اسلام پر تقریر کی۔ اس کے بعد گیانی واحد حسین صاحب نے "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے" کے موضوع پر تقریر کی۔ اور اسلام کی صداقت میں گرنتھ صاحب کے حوالہ جات پیش کئے۔ سکھوں نے رخنہ اندازی کی۔ اور آخر ان کی شرارت اور پولیس کی عدم فرض شناسی کے باعث جلسہ بند کر دینا پڑا۔

چک ۹۸ میں جلسہ

۲۱ر ستمبر کو جلسہ کیا گیا۔ سرگودھا سے واپس آنیوالے علماء نے تقریریں کیں۔ ۲۲ر کی صبح اور شام کو بھی تقریریں ہوئیں جنہیں حاضرین نے پسند کیا۔

سامانہ و نابھ و سنگرور میں جلسے

۲۳ر ستمبر کو تبلیغی وفد پہونچا۔ رات کو انصار اللہ کا جلسہ ہوا منشی خلیل الرحمٰن صاحب۔ میاں محمد اکرم صاحب اور شیر محمد خان صاحب نے تقریریں کیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے آخر میں ان پر تبصرہ کیا۔ جلسہ میں غیر احمدی و غیر مبایعین بھی شامل تھے۔ ۲۵ر کو پھر تقریریں ہوئیں۔ بہت اچھا اثر ہوا۔ یہاں سے مولوی صاحبان ۲۵ر کو نابھہ پہونچے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے فضیلت اسلام پر تقریر کی۔ اگلے روز پبلک کی خواہش پر مولوی صاحب نے وفات مسیح اور ختم نبوت پر تقریر کی۔ ۲۹ر کو سنگرور پہونچے۔ یہاں مولوی صاحب نے خصوصیات اسلام اور صداقت مسیح موعودؑ پر تقریریں کیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خاص اثر ہوا۔

جماعت احمدیہ کھاریاں

ماہ ستمبر میں چار تبلیغی وفود ملحقہ دیہات میں روانہ کئے گئے۔ انصار اللہ کے دو اجلاس ہوئے۔ ۱۱ر ستمبر کو غیر احمدیوں کا جلسہ تھا۔ اس میں جو اعتراضات کئے گئے۔ ان کے جواب مولوی سعدالدین صاحب نے ایک بڑے مجمع میں دیئے۔ ۲۵ر ستمبر کو پھر جلسہ کیا گیا جس میں چودھری لال خان صاحب۔ ڈاکٹر کریم الدین صاحب اور مولوی ولیداد صاحب نے تقریریں کیں۔

اظہار افسوس

ہمیں ایک قابل وثوق اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ۴ر اکتوبر کے الفضل میں "اورینٹل نیوز سروس" اور "ایک نامہ نگار" کی طرف سے جو خبریں شایع ہوئی ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ چونکہ اخبار کے عملہ کے لئے بذات خود ہر خبر کی تحقیق کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات اس قسم کے افسوس ناک حالات پیش آجاتے ہیں۔ ہم مذکورہ بالا خبروں کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے نامہ نگار صاحبان کی خدمت میں عرض کرینگے۔ کہ وہ ہر حالت اور ہر موقع پر دیانت اور راست بازی کو سب باتوں پر مقدم رکھا کریں۔ ورنہ بے احتیاطی اور غلط بیانی سے کام لینے والے نامہ نگاروں کی کوئی خبر قابل اشاعت نہ سمجھی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۴۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء | جلد ۲۰

جماعت احمدیہ کی ترقی اور اقتدار

مولوی ظفر علی و امثالہ کی مذبوحی حرکات

ہر شخص کا تسلیم شدہ حق

دنیا میں جس طرح ہر شخص کا یہ حق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ اپنے لئے جن مذہبی عقائد کو روح کی تسکین کا موجب اور نجات اخروی کا باعث یقین کرے۔ انہیں اختیار کر لے۔ اسی طرح اسے یہ بھی حق دیا گیا ہے۔ کہ اپنے اختیار کردہ عقائد کی دلائل و براہین کے ذریعہ اشاعت بھی کر سکے۔

انسانیت کا تقاضا

یہ نہ صرف از روئے عقل و انصاف ضروری ہے۔ بلکہ انسانیت اور ہمدردی بنی آدم کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ جو چیز انسان اپنے لئے مفید اور فائدہ بخش سمجھے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفیض کرنے کی کوشش کرے۔

مسلمان کہلانے والوں کا ایک طبقہ

لیکن نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمان کہلانے والوں میں ابھی تک ایک طبقہ ایسا پایا جاتا ہے۔ جو یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ ہر ہندو ہر یہودی۔ ہر عیسائی حتیٰ کہ ہر دہریہ کو یہ حق ہے۔ کہ اپنے خیالات کی جس طرح چاہے۔ اشاعت کرے۔ ان سب اور انکے علاوہ دوسرے مذاہب اور عقائد کے لوگوں کے متعلق تو وہ یہ بھی بخوشی گوارا کر لیتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے جس قدر ممکن ہو مرتد کر کے اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ بنا لیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کرنے میں شریک کر لیں۔ خدا تعالیٰ قدوس اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف بیہودہ سرائی اور بدگوئی کرنے میں اپنے دوش بدوش کھڑے کر لیں لیکن اسے یہ گوارا نہیں۔ کہ نام کے مسلمانوں کو اور مخالفین اسلام کا شکار بننے والے مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم اور اس کی بے مثل خوبیوں سے آگاہ کر کے اسلام کے شیدائی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فدائی اور مسلمانوں کے خدمتگزار بنانے کی کوشش کی جائے اور جن عقائد کو ایک جماعت اپنے لئے دینی اور دنیوی کامیابی کا موجب اور اپنی روحانی طمانیت کا باعث یقین کرتی ہے۔ ان کی اشاعت کر سکے۔

جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض سوائے اس کے کیا ہے۔ کہ اسلام کو تمام ادیان پر دلائل اور براہین کے ذریعہ غالب کیا جائے۔ اسلام کی مٹی ہوئی شان و شوکت کو دوبارہ قائم کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت کو دنیا پر آشکار کیا جائے۔ مسلمانوں کو اسلام کے شیدائی بنایا جائے اور امت مسلمہ کو زندہ رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ تاکہ وہ نہ صرف ادیان باطلہ کی یورش سے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ رکھ سکیں بلکہ صداقت اسلام کا پرچم تمام عالم پر لہرا سکیں۔

جماعت احمدیہ کے خلاف بیہودہ شور

اگرچہ ان مقاصد کے لئے جماعت احمدیہ نے تھوڑے سے عرصہ میں جس قدر جدوجہد کی ہے۔ اس کے نتائج بالکل نمایاں ہیں۔ اور اسلام کے سخت سے سخت معاند بھی انہیں تسلیم کرنے کیلئے مجبور ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کو اپنی آنکھوں پر ضد اور تعصب کی پٹی باندھ لینے اور فطری کور باطنی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ نہ بھی نظر آتے ہوں۔ تو بھی اس کے لئے یہ کیونکر جائز ہے کہ جو حق وہ ادیان باطلہ کے پیرووں کا تسلیم کر چکا ہے۔ اور جس کی بنا پر وہ عیسائیوں۔ آریوں۔ دہریوں وغیرہ کے خیالات اور اعتقادات کی اشاعت بخوشی گوارا کرتا ہے۔ اس سے اس جماعت کو محروم رکھنے کے لئے شور محشر بپا کر دے۔ جو اسلام کو اپنی اصل شکل میں نمایاں کرنے اور مسلمانوں کو دین قیم پر قائم کرنے کا دعوےٰ کرتی ہے۔ اور جو اسلام کے فدائی اور جان نثار پیدا کر رہی ہے۔

کور باطن لوگ

لیکن نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ سرزمین ہند میں ایسے عاقبت نا اندیش اور کور باطن لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جو کہلانے کو تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو تثلیث کے پرستار بنانے کیلئے ان کی آنکھوں کے سامنے خواہ کس قدر کوششیں کی جائیں۔ انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے کیلئے آریہ خواہ کتنے وسیع انتظامات کریں۔ ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ سب ادیان باطلہ کے پیرو اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کو نابود کرنے کیلئے جو چاہیں کریں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے لیکن جب جماعت احمدیہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے واقف کرنے کیلئے۔ ان میں اسلام کی حفاظت اور اشاعت کی روح پھونکنے کیلئے۔ ان سے اسلام کے لئے جینے اور اسلام کے لئے مرنے کا عہد لینے کیلئے کوشش کرتی ہے۔ تو وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اس کے راستہ میں ناقابل عبور روک بن کر کھڑے ہو جائیں۔ اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت محدود ہے۔ اور جوں جوں خدا تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید سے جماعت احمدیہ کی اسلام کے متعلق کامیاب اور مسلمانوں کے متعلق بے لوث خدمات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے لوگوں میں بسرعت کمی ہوتی جا رہی ہے۔ تاہم ان کا وجود مسلمانوں کے لئے نہایت ہی شرم کا باعث اور اسلام کے لئے مزید نقصان کا موجب ہے۔

مولوی ظفر علی کی تلملاہٹ

اس وقت پنجاب میں ایسے لوگوں میں سے پیش پیش مولوی ظفر علی صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنی ناکامیوں اور نامرادیوں کے مرقع "زمیندار" کو اس بات کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ کہ اس میں شرافت اور انسانیت کو بالائے طاق رکھکر اندھا دھند جماعت احمدیہ کے خلاف بیہودہ سرائی ہوتی رہے چنانچہ وہ "زمیندار" جس نے اپنا یہ مقصد قرار دے رکھا ہے۔ اور وہ مولوی ظفر علی جو دشمنان اسلام کی دہلیزوں کی خاک چاٹ چاٹ کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ جنہوں نے ہندو اخبارات میں تعریفی نظمیں شایع کرانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ ان کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ جماعت احمدیہ ۸ر اکتوبر کو یوم التبلیغ منانا چاہتی ہے۔ تو ان کے تن بدن کو آگ لگ گئی۔ ان کے خرمن امن و سکون پر بجلی آ گری۔ اور وہ خواہ مخواہ تلملانے لگ گئے۔

"زمیندار" کا قادیان نمبر

انہوں نے لگاتار کئی دن تک جماعت احمدیہ کے خلاف "زمیندار" کے صفحات سیاہ کرنے کے علاوہ اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کیلئے ۹ر اکتوبر کے "زمیندار" کو "قادیان نمبر" قرار دیدیا۔ اور مولوی صاحب اس میں اس انداز سے ماتم سرا ہوتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے ہمنواؤں کی ناکامی و نامرادی پر انہوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے چنانچہ اس پرچہ میں انہوں نے اپنے نام سے جو مضمون بخط جلی شایع کرایا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ جہاں یہ بتا رہا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا روز افزوں غلبہ و اقتدار انہیں انگاروں پر لوٹا رہا ہے۔ وہاں اپنی اور اپنے جیسے بدبختان ازلی کی ہزیمت اور پامالی انہیں لہو کے آنسو رلا رہی ہے۔ ان کے اس دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہونیکے ثبوت میں صرف ذیل کے الفاظ پیش کر دینے کافی ہیں۔ لکھا ہے۔

"بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ فرزندان توحید نے اگر فتنہ قادیانیہ کے استیصال میں اپنی پوری قوت منظم ہو کر صرف نہ کی۔ تو مستقبل قریب میں اس کا قیامت خیز مسلمانوں کے سر پر ٹوٹ پڑنا یقینیات سے ہے۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ان کے لکھنے والا جہاں بغض و عداوت، کینہ و شرارت کے ہاتھوں شرافت اور انسانیت کی ساری پونجی لٹا چکا ہے۔ وہاں یہ بھی ہویدا ہے۔ کہ احمدیت کی طاقت اور رعب سے اس کے جسم کا ذرہ ذرہ کانپ رہا ہے۔ اور اسے مستقبل قریب میں ہی جماعت احمدیہ کی ناقابل انکار کامیابی اور اپنے جیسے مخالفین کی ناکامی یقینیات سے دکھائی دے رہی ہے۔

ایک شرط

خوف و ہراس میں لکھے ہوئے اس فقرہ میں جماعت احمدیہ کی کامیابی اور غلبہ کا یقینیات سے ہونا اس شرط کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر فرزندان توحید نے جماعت احمدیہ کے استیصال میں اپنی پوری قوت منظم ہو کر صرف نہ کی۔

مخالفین نے کب کمی کی

لیکن کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں۔ کہ ان "فرزندان توحید" نے جن کو اس فقرہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام کے پہلے دن سے لیکر اس وقت تک۔ اس کے استیصال میں اپنی پوری قوت منظم ہو کر صرف کرنے میں کونسی کمی اٹھا رکھی۔ اگر کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا جب ایسے لوگوں نے احمدیت کے خلاف اپنا سارا زور نہ صرف کیا ہو۔ اپنی ساری تدبیریں نہ برتی ہوں۔ اپنے سارے منصوبے عمل میں لانے کی کوشش نہ کی ہو تو پھر اب نئے سرے سے انہیں کس بات کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ اگر اس وقت جبکہ جماعت احمدیہ ایک کمزور بیج کی طرح تھی۔ ان لوگوں کی "پوری قوت" اسے کچھ بھی ضرر نہ پہونچا سکی۔ تو اب جبکہ بالفاظ مولوی ظفر علی صاحب جو اپنے اسی مضمون میں انہوں نے دوسری جگہ لکھے ہیں "یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں" کس طرح ممکن ہے۔ کہ مخالفین اس کا ایک پتہ بھی توڑ سکیں۔

جماعت احمدیہ کا استیصال ناممکن ہے

اگر یہ کہا جائے۔ کہ مولوی ظفر علی صاحب کے اس اعلان سے قبل ان کے مخاطب "فرزندان توحید" نے "اپنی پوری قوت منظم ہو کر صرف نہ کی" تو صرف اس بات پر غور کر لیجئے۔ کہ جب ان لوگوں کو اپنی پوری قوت منظم ہو کر صرف کرنے کی جرأت اس وقت نہ ہوئی۔ جب جماعت احمدیہ بالکل ابتدائی حالت میں تھی۔ تو اب جبکہ اس کی قوت اور غلبہ کے رعب سے یہ لوگ لرزہ بر اندام ہیں۔ ان میں اتنی ہمت کہاں سے پیدا ہو سکتی ہے۔ یاد رکھئے۔ اور کان کھول کر سن لیجئے۔ وہ خدا جس نے آج تک ان لوگوں سے جماعت احمدیہ کے استیصال کی قوت سلب کئے رکھی ہے۔ اس نے آئندہ کیلئے بھی ان کی قسمت میں ناکامی اور نامرادی ہی لکھ چھوڑی ہے۔ اور ممکن نہیں۔ کہ انہیں جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہو۔ اس کا بہت کچھ تجربہ کر لیا گیا ہے۔ اور جو مزید تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اپنا حسرتناک انجام دیکھ لینگے۔

علماء کی ناکامی کا اعتراف

اگرچہ مولوی ظفر علی صاحب کے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ناکامی و نامرادی کے اعتراف کے ثبوت میں وہی الفاظ کافی ہیں۔ جو قبل ازیں درج کئے جا چکے ہیں۔ لیکن ان سے بھی بڑھ کر ذیل کے فقرات ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں:۔

"آج تک ہمارے علماء نے زمانہ حال کے اس سب سے بڑے اور آخری دجال کو زک دینے کیلئے صرف اس قسم کی بحثوں میں حصہ لینا کافی سمجھا کہ حضرت مسیح ابن مریم بجسد عنصری آسمان پر تشریف لے گئے۔ یا انہوں نے اسی تیرہ خاکدان میں وفات پائی۔ حالانکہ مناظرہ اور مجادلہ کا یہ اسلوب ان فرزندان باطل کو شکست دینے کے لئے اپنے اندر کافی قوت نہ رکھتا تھا۔"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں علماء کی صریح اور صاف ناکامی کا اعتراف نہیں تو اور کیا ہے۔ اس میں کھلے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ مجادلہ کے اس اسلوب میں جو علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں اختیار کئے رکھا۔ شکست دینے کی ہرگز قوت نہ تھی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہی کہ انہیں خود شکست نصیب ہوئی۔

مخالفین احمدیت کی شکست کا نقشہ

کیسی شکست۔ وہ جس کا نقشہ مولوی ظفر علی صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں۔ کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ غلام احمد قادیانی کی خرافات واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں۔ اور اگر ان سے کہا جائے۔ کہ بھلے لوگو! تمہاری عقل پر یہ کیا پتھر پڑ گئے کہ ظلمت کو نور سمجھ رہے۔ تار عنکبوت کو عروۃ الوثقیٰ خیال کر رہے ہو۔ تو وہ اپنے پیغمبر خدا نما کے اخلاق کی کتاب سے ایک ورق پھاڑ کر نکتہ چینوں کو گدھا۔ اور کتا اور جنگلی سور اور اسی قسم کے اور خطابات سے نوازنے لگ جاتے ہیں۔"

احمدیت کے بدزبان مخالف

وہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لانے کی قابلیت رکھنے کے باوجود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ارشادات کے آگے سر تسلیم خم کر چکے ہیں۔ جو لوگ انہیں یہ کہیں۔ کہ تم ظلمت کو نور اور تار عنکبوت کو عروۃ الوثقیٰ خیال کر رہے ہو۔ وہ بے شک گدھا اور کتا اور جنگلی سور اور اسی قسم کے خطابات کے پورے پورے مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ ظلمت اور تاریکی کے گڑھے میں گرے ہوئے باوجود ان تعلیمات کو "خرافات واہیہ" کہتے ہیں۔ جنہوں نے کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والوں کو اسلام کی صداقت کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

کہاں ہیں "فرزندان توحید"

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب علماء ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں شکست فاش کھا چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے گریجوایٹ۔ وکیل۔ پروفیسر اور ڈاکٹر دوسری طرف آپ کے حلقہ بگوش بن رہے ہیں۔ تو پھر وہ "فرزندان توحید" کہاں بستے ہیں۔ جن سے مولوی ظفر علی صاحب احمدیت کے استیصال کے لئے اپنی پوری قوت منظم کر کے صرف کرنے کی درخواست کر رہے ہیں۔ یقیناً ایسے لوگ صفحۂ دنیا سے ناپید ہیں۔ اور مولوی ظفر علی صاحب کو کبھی ان کی شکل تک دیکھنے کا موقع نہ ملے گا۔ بلکہ آج ان کی حیرت زدہ نگاہیں بحسرت جو کچھ دیکھ رہی ہیں۔ جب تک بند نہ ہو جائیں گی۔ ہر روز اس سے زیادہ ہی دیکھیں گی۔ اور ان کی حسرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر شاندار کامیابی کو حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھکر بھی آپ کی صداقت کا اعتراف نہیں کرتا۔ اس سے زیادہ بدقسمت اور عاقبت نااندیش اور کون ہو سکتا ہے۔ اور اس کے ازلی بدقسمت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لیکن اس نے بغض و عداوت۔ ضد اور تعصب میں اندھے ہونیکے باوجود جو شہادت پیش کی ہے۔ وہ یقیناً اس قابل ہے۔ کہ حق پسند اصحاب اس پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ حد سے بڑھا ہوا دشمن بھی کس طرح اپنی اور اپنے ہم خیال لوگوں کی ناکامی اور نامرادی کا اعتراف کرنے اور اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں مقبولیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ اس سے بڑھکر الفضل ما شهدت به الاعداء کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

ضلع گورداسپور کے مسلمان افسر

جب بھی سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں کی کثرت کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے آواز بلند کیجاتی ہے۔ ہندو یہی کہتے ہیں۔ کہ سرکاری ملازمتیں قابلیت کی بناء پر ملنی چاہئیں۔ اگرچہ قابلیت سے ان کی مراد ہندو ہونا ہی ہوتا ہے۔ اور سرکاری صیغوں پر قابو یافتہ ہندو کو ہر قسم کی قابلیت صرف ہندوؤں میں ہی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں چند مسلمان افسر نظر آئیں۔ وہاں آبادی کی بناء پر ہندو افسروں کے تقرر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاپ (۵ر اکتوبر) ضلع گورداسپور کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس وقت جس طرف دیکھو مسلم افسران نظر آتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بھی مسلمان ہیں۔ ضلع گورداسپور کے ہندو یہ چاہتے ہیں۔ کہ جہاں زیادہ آبادی ہندوؤں اور سکھوں کی ہے۔ وہاں ہندو سکھ افسران زیادہ تعداد میں چاہئیں۔"

ضلع گورداسپور میں یقیناً مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ہندوؤں کے پیش کردہ اصل کے رو سے بھی اور ...

اسلام پر اعتراضات کے جواب

کیا خدا تعالےٰ ملائکہ کا محتاج ہے؟

ملائکہ پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

اسلام پر بے بنیاد اعتراضات

ایک گزشتہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ فی زمانہ اسلام پر بعض ایسے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ جنہیں معترض علمی تحقیقات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اسلام کے بعض معتقدات عقل و سائنس کے خلاف پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو غیر مذاہب والوں نے اسلام کے مقابل میں ہر لحاظ سے شکست کھانے کے بعد اس کی مقبولیت کو کم کرنے کے لئے طرح طرح کی من گھڑت باتیں اس کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں میں اسلام سے دور ہو جانے کے باعث معترضین کے جوابات دینے کی اہلیت نہ رہی۔ بلکہ وہ خود بھی ان کی باتوں سے متاثر ہونے لگ گئے ؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی ہے۔ کہ ایسے اعتراضات کا معقولیت کیساتھ رد کر کے دنیا کے سامنے اسلام کو مصفّٰی اور بے عیب صورت میں پیش کیا جائے۔ ایک گزشتہ پرچہ میں اسی قبیل کے ایک اعتراض کا جواب آپ کے عطا کردہ علم کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی سمجھی جانی چاہیئے ؛

ملائکہ کے متعلق اعتراض

اسلام نے ملائکہ پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ اور کوئی شخص اس کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ کیا خدا تعالےٰ فرشتوں کا محتاج ہے۔ کہ وہ نظام قدرت اور مختلف امور کا انصرام ان کے ذریعہ کرتا ہے۔ بظاہر یہ اعتراض بہت وزنی معلوم ہوتا ہے۔ اور حقیقت سے ناآشنا لوگ اس سے دھوکا میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر واقعی اللہ تعالےٰ قادر مطلق اور کُن سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو پھر ملائکہ کی ضرورت کیا باقی رہ جاتی ہے۔ لیکن جب اس اعتراض پر تدبر کیا جائے۔ تو بآسانی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ یہ بالکل بودا اور لغو اعتراض ہے ؛

ملائکہ مخلوق ہیں

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ ملائکہ کا خالق ہے۔ اور کسی چیز کا خالق اس کا محتاج کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ کو اس صورت میں ملائکہ کا محتاج سمجھا جا سکتا۔ جب وہ انہیں اپنی کوئی احتیاج پوری کرنے کے لئے کسی اور ذریعہ سے مہیا کرتا۔ لیکن جس صورت میں اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ملائکہ کا بھی خالق ہے۔ اور اسی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تو پھر یہ کیونکر سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ان کا محتاج ہے۔

مادی سلسلہ کے اسباب اور احتیاج

اس کے علاوہ اس اعتراض کا رد اس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مادی دنیا میں بھی ہر ایک چیز کے اسباب مقرر کئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے۔ کہ انسان کا پیٹ کھانے پینے سے بھرے گا۔ کیونکہ اس نے انسان کی زندگی کا قیام کھانے پینے کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اب کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ انسان کو زندہ رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ اشیاء خوردنی کا محتاج ہے۔ یا خدا تعالےٰ نے سورج کو پیدا کیا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سورج کا محتاج ہے۔ پس اگر جسمانی سلسلہ کے لئے مختلف اسباب مقرر کرنے سے اللہ تعالےٰ محتاج نہیں ٹھہر سکتا۔ تو روحانی سلسلہ کے لئے فرشتوں کو پیدا کرنے کی وجہ سے اس کا محتاج ہونا کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے ؛

فرشتوں کی تخلیق بغیر اسباب ہے

پھر دنیا میں وہی اسباب کمزوری کے اظہار کا موجب ہوتے ہیں۔ جن کے بغیر کام ہو نہ سکے۔ جن چیزوں پر پورا پورا اقتدار اور قبضہ و اختیار ہو۔ ان کا کمزوری و نقص سے تعلق نہیں ہوتا۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بغیر اسباب کے فرشتوں کو پیدا کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ بغیر اسباب کے بھی کام کر سکتا ہے۔ اور اگر فرشتے نہ ہوتے۔ تو بھی وہ اسی طرح کام کر سکتا جس طرح اس نے فرشتوں کو پیدا کرنے کے بعد کیا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو کسی احتیاج سے مجبور ہو کر نہیں۔ بلکہ کسی حکمت و مصلحت کے ماتحت پیدا کیا ہے۔

ایک اور اعتراض

ملائکہ کے متعلق ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ جہالت کے زمانہ میں بے شک ایسی باتوں پر ایمان لایا جا سکتا تھا۔ کہ ہر کام ان کے فعل اور ان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا سبب ہیں۔ لیکن اب کہ تمام باتوں کی ماہیت معلوم ہوتی جا رہی ہے۔ اور محققین ہر معاملہ میں بال کی کھال اتارتے ہیں۔ ایسی جہالت کی باتوں پر کون یقین کر سکتا ہے۔ مثلاً جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فضا میں ایک خاص قسم کے تغیرات پیدا ہونے سے آندھی آجاتی ہے۔ یا بخارات سے بادل بنتے ہیں۔ اور پھر برستے ہیں۔ تو پھر کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ فرشتوں کے ذریعہ یہ سب کچھ ہوتا ہے ؛

اسلام میں ملائکہ کی صحیح پوزیشن

لیکن یہ اعتراض ملائکہ کے متعلق اسلام کا پیش کردہ صحیح مقام نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا۔ کہ بارش برسانے کا سبب فرشتہ ہے۔ اور وہ سمندر سے پانی لا کر برساتا ہے۔ بلکہ یہ کہتا ہے۔ کہ بارش بے شک بخارات کے مجموعہ سے ہی بنتی ہے۔ لیکن اس ترتیب کو قائم کرنا فرشتہ سے متعلق ہے۔ اسلام کا یہ منشاء ہرگز نہیں۔ کہ دنیا میں مختلف کاموں کا کوئی اور سبب ہی نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ فرشتہ خود بخود ہی سب کچھ کر دیتا ہے بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ فرشتہ اسباب کے پیچھے کام کرتا ہے۔ فرشتہ کو اسلام قادر مطلق ہستی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ وہ جو چاہے۔ کر دیتا ہے مختلف اشیاء کے خواص کا مقرر کرنے والا خدا تعالےٰ ہی ہے۔ ہاں ان کو ظاہر کرنے والے فرشتے ہیں۔ جب کوئی شخص ایسی اشیاء کا استعمال کرتا ہے جو تپ آور ہوتی ہیں۔ تو جو فرشتہ ان خواص کے ظہور کے ابتدائی اسباب کا موکل ہے۔ اپنا اثر کرتا ہے۔ اور اسے بخار چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جب تپ اتارنے والی اشیاء کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس سے تعلق رکھنے والے فرشتہ کا اثر شروع ہو جاتا ہے ؛

ایک سوال

ملائکہ کے متعلق ایک اہم اور ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے ان پر ایمان کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیوں دیا ہے کہ اس کے بغیر ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ مانا کہ ملائکہ کے ذریعہ مختلف اشیاء کے خواص ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا وجود فائدہ سے خالی نہیں۔ لیکن اور بھی تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اشیاء اللہ تعالیٰ نے ایسی پیدا کر رکھی ہیں جن سے بیش بہا فوائد ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا کون نہیں جانتا۔ کہ سورج کس قدر فائدہ بخش چیز ہے۔ اور پھر نظام عالم کے ساتھ اس کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ لیکن اس پر ایمان لانا انسان کے لئے ضروری نہیں۔ اسی طرح پانی۔ ہوا۔ وغیرہ اشیاء

کے بغیر زندگی محال ہے۔ لیکن ان پر ایمان لانے کا حکم نہیں۔ پھر ملائکہ پر ایمان کو اس قدر ضروری کیوں قرار دیا۔

ارکانِ ایمان کا مقصد

اس پر غور کرنے کے لئے سب سے قبل یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ رسل۔ کتب۔ تقدیر اور قیامت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے جب قرآن کریم سے ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتے۔ تو پھر ہمیں ایک ایسا اصل مل جائے گا جس کی رو سے کسی چیز پر ایمان لانے کا حکم خدا تعالے دیتا ہے۔ اسی کو ملائکہ پر بآسانی چسپاں کر کے اصل حقیقت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہستی جو بالذات اس امر کی مستحق ہے۔ کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ وہ اللہ تعالے کی ہستی ہے۔ رسل۔ کتب۔ ملائکہ وغیرہ پر ایمان مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ان پر صرف اس وجہ سے ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ ان سے اللہ تعالے کی شناخت ہوتی ہے۔ اور ان کے ذریعہ انسان خدا تعالے کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ صحف آسمانی چونکہ خدا تعالے کا کلام ہیں۔ اس لئے ان کا مطالعہ انسان کو خالق حقیقی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اسی طرح رسل پر ایمان بھی خدا تعالے کے قرب کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالے کی ہستی اور اس کے قادر مطلق اور مالک الکل ہونے کا زندہ اور نمایاں ثبوت ہوتے ہیں۔

ملائکہ پر ایمان لانے کی حکمت

عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ لوگ ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی کی وجہ سے خدا تعالے سے دور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وہ ایک مریض کو دیکھتے ہیں۔ کہ علاج معالجہ سے شفایاب ہو گیا۔ تو چونکہ ان کی نگاہ دور رس نہیں ہوتی۔ وہ صرف سطحی امور سے ہی نتائج اخذ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے مادیات کی طرف متوجہ ہوتے ہوتے آخر کار اللہ تعالے سے دور ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً بادل کے متعلق موجودہ تحقیقات سے آگاہ ہو کر وہ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ بارش کا برسنا صرف مادی اسباب پر ہی منحصر ہے۔ کسی قادر ہستی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ جب سورج کی حدت سے بخارات اوپر اٹھتے ہیں۔ اور اوپر سرد کرہ میں پہنچ کر منجمد ہو جاتے۔ اور گر پڑتے ہیں۔ تو بارش اور خدا تعالے کا باہم کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ گویا ایسے کوتاہ بین اور عاقبت نااندیش لوگ ظاہری اسباب کو دیکھ کر خدا تعالے کا انکار کر دیتے ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لانے کا حکم دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ انسان کی نظر ہر وقت اس امر پر رہے۔ کہ ہر چیز کا آخری سبب فرشتہ ہے۔ جو خدا تعالے کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے اور اس طرح وہ وقتاً فوقتاً خدا تعالے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ گویا ملائکہ پر ایمان اسباب کی آخری کڑی سے آگاہ ہونے کے لئے رکھا گیا۔ جس سے مقصود انسان کو مادیات سے ہٹا کر خدا تعالے

کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

ایمان کے معنے

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم میں ایمان کا لفظ کسی چیز کی تحریکات کو ماننے کے معنے میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً خدا تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم۔ یعنے جو شخص اللہ تعالے پر ایمان لاتا۔ اور طاغوت کا انکار کرتا ہے۔ وہ گویا ایسی مضبوط زنجیر کو پکڑ لیتا ہے جس کے ٹوٹنے کا کوئی احتمال نہیں۔ اب اگر یہاں انکار کے معنے کسی چیز کے وجود سے انکار کے لئے جائیں۔ تو یہ مطلب ہو گا۔ کہ جو شخص شیطان کے وجود سے انکار کر دے۔ اور اللہ تعالے کے وجود کا اقرار کرے۔ وہ بہت فائدہ میں رہتا ہے۔ لیکن قرآن پاک کئی جگہ شیطان کے وجود کا اعتراف کرتا ہے۔ پس لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ اس جگہ کفر بالطاغوت کے معنے یہی ہیں۔ کہ شیطانی تحریکات اور وساوس سے انکار کر کے خدا تعالے کے احکام کی پیروی کی جائے۔ ملائکہ کے ضمن میں بھی ایمان کے اگر یہی معنے لئے جائیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہو گا۔ کہ ان کی طرف سے جو نیک تحریکات ہوتی ہیں۔ ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور اسی اصول پر رسل اور کتب کے معنے بھی کئے جا سکتے ہیں۔ کہ ان کی ہدایات اور ان میں مندرجہ احکامات کی پیروی کی جائے

پس ملائکہ پر ایمان لانے کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ ان کی طرف سے جو نیک تحریکات ہوں۔ ان پر عمل ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی طرف سے ہمیشہ نیکی کی تحریک ہوتی ہے جس کا انکار روحانی لحاظ سے خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے اس کی تعمیل کی لیکن ابلیس نے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ کافر ہو گیا۔

ملائکہ کے انکار کا نتیجہ

قرآن کریم کے بعض دوسرے مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہیں۔ بلکہ ایک جن تھا۔ یعنی ملائکہ کا غیر تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالے نے سجدہ کا حکم تو ملائکہ کو دیا تھا۔ ابلیس کو کیسے علم ہو گیا۔ کہ سجدہ کرنا چاہیئے۔ اور اس نے کیونکر انکار کیا۔ ظاہر ہے۔ کہ جب حکم فرشتوں کو ہی دیا گیا تھا۔ تو لازماً ابلیس کو اس کی تحریک انہی کی طرف سے کی گئی ہو۔ اور چونکہ اس نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کافر ہو گیا۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ ملائکہ کی تحریکات کو ماننا بھی فرض اور اسی طرح فرض ہے۔ جس طرح انبیاء پر ایمان لانا۔ اور ان کی ہر ایک بات کو

تسلیم کرنا ضروری ہے۔

معمولی اختلاف بھی نہیں کیا جا سکتا

خلفاء اور مجددین اور دیگر دینی پیشوا بھی نیک اور گناہوں سے بچانے والی باتیں بیان کرتے ہیں۔ اور اس لئے ان کی ہدایات پر عمل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ ان کی رائے سے اختلاف انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی ادنےٰ سے ادنےٰ معاملہ میں اختلاف رکھ کر بھی کوئی شخص اپنے آپ کو مومن نہیں کہہ سکتا۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔ اور ملائکہ پر ایمان کو رسولوں کے ایمان کے ساتھ رکھنے سے منشاء الٰہی یہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ اختلاف بھی انسان کے لئے خسران و تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

دنیا کو اسلام کی ضرورت

"آدیہ گزٹ" ۱۲ اگست اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"جو اچھی باتیں اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ وہ ساری کی ساری اسلام سے پہلے بھی دنیا کو معلوم تھیں۔ اس لئے ایک نیا مذہب اسلام اکھڑ اکریکی ضرورت نہیں تھی۔ اگر کہیں۔ کہ عرب میں اچھی باتیں نہیں تھیں۔ تو سب سے اچھی بات تو یہ تھی۔ کہ دنیا کے اور ملکوں سے ان باتوں کا پرچار وہاں بھی کر دیا جاتا۔ اور اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ اسلام کی عرب کے لئے ضرورت تھی۔ تو بھائی بھارت ورش کو تو ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح اور بھی کئی ملکوں کے لئے اسلام کی ضرورت نہیں تھی۔"

اگر آریہ گزٹ کا یہ دعویٰ درست بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ جو اچھی باتیں اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ وہ ساری کی ساری اسلام سے پہلے بھی دنیا کو معلوم تھیں۔ تو پھر بھی اس کا اعتراض نہایت بے ہودہ اور دور از عقل و فکر ہے۔ کیونکہ اچھی باتوں کا دنیا میں موجود ہونا لوگوں کی اصلاح کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے۔ کہ ان باتوں کی خوبی اور صداقت ایک مزکی انسان اپنے عمل سے ثابت کرے جس طرح مادیات میں دواؤں یا کتابوں کا موجود ہونا مریضوں کی شفا کا موجب نہیں بن سکتا بلکہ طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانیات میں بھی اچھی باتوں کی موجودگی کے ساتھ ایک استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہی نبی اللہ ہوتا ہے مگر یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ اسلام نے دنیا کو روحانی ترقی کے لئے جو کچھ عطا کیا۔ وہ پہلے دنیا میں موجود تھا۔ پہلے جو کچھ دنیا کو مل چکا تھا۔ اس میں سے بہت کچھ گم ہو چکا تھا۔ اور جو باقی تھا اس کی اصلی شکل و صورت بگڑ چکی تھی۔ ایسی صورت میں ضروری تھا۔ کہ خدا تعالے از سر نو روحانی صداقتیں نازل کرتا۔ اور چونکہ اسلام کے ذریعہ ان صداقتوں کو کمال تک پہنچا دیا گیا۔ اس لئے ان کی ہمیشہ کے لئے حفاظت کا بھی سامان کر دیا۔

پس اسلام نے صرف سابقہ صداقتوں کو انکی اصلی شکل و صورت میں پیش کیا بلکہ ان کو کامل طور پر پیش کیا۔ اور یہ بات کسی اور مذہب کو

مذاہب غیر

رادھا سوامی فرقہ

کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ ہندوؤں میں بے شمار فرقے ہیں جو بلحاظ عقائد و اعمال ایک دوسرے سے بعد المشرقین رکھتے ہیں۔ اور جن کے مذہبی خیالات نہایت عجیب و غریب اور دلچسپ ہیں ان میں سے ایک رادھا سوامی مت بھی ہے۔ جو حال ہی میں کسی صاحب دیال نامی نے قائم کیا ہے۔ اور جس کا ہیڈ کوارٹر دیال باغ آگرہ ہے۔ اس کے متعلق کوشش اور سعی بسیار کے باوجود مفصل و مکمل حالات کا تو ہمیں علم نہیں ہو سکا اور نہ ہی کوئی لٹریچر اس کے متعلق ہم پہنچ سکا ہے۔ اس لئے اس کے تفصیلی حالات کا بیان فی الحال کسی آئندہ صحبت پر ملتوی کرتے ہوئے بعض ہندو اخبارات سے اس کے متعلق جو کچھ تھوڑا بہت علم ہو سکا ہے۔ اسے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ایشور کے متعلق عقیدہ

خدا تعالیٰ کے متعلق اس مذہب کا عقیدہ بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ "رچنا سے پیشتر ایک کل مالک ہی تھا۔ لیکن وہ نیوان ادھک یعنی دصر دیہ بھاؤ میں تھا۔ اسی دشا میں وہ اپنے آپ میں رت یعنی سرشار تھا۔ اور ما تو ساری کی ساری اپرم اپار چیتنا کار بیاتی وہ ایک ہی پرش تھا۔ اور وہ پرم پرش ردپ رنگ دیکھا سے رہت تھا۔ اور پرم پریا نند۔ پرم پرکاش۔ پرم گیان اور پرم ستا ان چاروں کے میل سے اس کا جوہر بنا تھا یعنی جیسے کئی رنگوں کے باہم ملنے سے سفید روشنی تیار ہوتی ہے۔ اسی طرح پرم پریمانند۔ پرم پرکاش۔ پرم گیان اور پرم ستا ان چاروں کے باہم ملنے سے مالک کل کا جوہر بنا تھا۔"

(امرت بچن باب ۸۳ صفحہ ۱۲۱ بحوالہ پرکاش ۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اس عبارت کا جو رادھا سوامیوں کی مستند کتاب امرت بچن سے اخذ کی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ ایشور پہلے موجودہ شکل میں موجود نہ تھا۔ بلکہ چار چیزیں علیحدہ علیحدہ آکاش میں موجود تھیں جن کے مرکب ہو جانے سے ایشور کا جوہر بنا۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح بہت سے رنگوں کے میل سے سفید روشنی تیار ہوتی ہے

آسمانوں کی تعداد اور نام

آسمانوں کی تعداد یہ لوگ گیارہ مانتے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ہنس دل کمل۔ ترکٹی۔ سن۔ اکشر۔ مہا سن۔ بھنور گپھا۔ ست لوک۔ الکھ۔ اگم۔ انامی۔ رادھا سوامی۔ گیارھویں کا نام رادھا سوامی اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق یہ ان کے گروہ کی قیام گاہ ہے۔

گورو کی تعظیم و تکریم

یہ لوگ اپنے گورو کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ آریہ سماجیوں کا تو یہ بیان ہے کہ یہ لوگ اسے خدا سے بھی بڑا مانتے ہیں۔ لیکن یہ چونکہ ایک مخالف کی رائے ہے اور مخالف بھی ایسا جسے سچ سے بہت کم حصہ ملا ہے۔ اس لئے جب تک ہم خود تحقیقات نہ کر لیں۔ اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے بہر حال گورو کا احترام ان کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس کو گورو تسلیم کر لیا جائے۔ اسے چھوڑ کر کسی اور کی تلاش کرنا یا اس کے ... میں داخل ہونا بدترین قسم کا گناہ اور مہا پاپ ہے۔ گورو بھگتی کے سلسلہ میں ان کا عقیدہ ہے کہ:

پیک دان سے پیک کرا دے
پھر وہ پیک آپ پی جاوے

یعنی چیلے کو چاہئیے۔ کہ وہ اپنے پیر کو اگالدان میں تھوک کرا لے اور پھر اسے خود پی جائے۔

ویدوں کے متعلق عقیدہ

اگرچہ یہ لوگ ہندو سمجھے جاتے اور ہندوؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے دیوتاؤں اور ان کی مقدس ترین ہستیوں اور کتابوں کے متعلق ان کے عقائد اس قدر خلاف ہیں۔ کہ کسی غیر ہندو مذہب میں اس کا پاسنگ بھی نظر نہ آئیگا۔ مثلاً مہادیو اور برہما کو یہ لوگ شیطان کی اولاد یقین کرتے ہیں۔ اور ان کے گرو کا یہ فیصلہ ہے کہ ان شیطان کے فرزندوں نے دنیا میں تاریکی پھیلانے اور نور صداقت سے خلق خدا کو محروم رکھ کر شیطان پرستی میں لگائے رکھنے کی غرض سے وید بنائے چنانچہ رادھا سوامیوں کے آرگن اخبار پریم پرچارک (۲۶ مئی ۱۹۳۳ء) میں ان کے گورو کی ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء کی ڈائری یوں شائع ہوئی ہے۔ "اتھرو وید کا بھاشیہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ... مرد کے لئے عورت کو بس کرنے اور عورت کے لئے مرد کو بس کرنے کے منتر بھی ہیں۔ تب اس وید میں گوشت کے استعمال کے متعلق ہدایتیں پڑھیں۔ اور بیاہ کے وقت فحش منتر دیکھے۔ تو طبیعت نے یہی کہا۔ کہ ان کے اندر حیوانی جذبات ہمیشہ سے موجود رہے ہیں۔ اس قسم کی تعلیم کے مضمون اتھرو وید کو ایشور کرت گرنتھ ماننے والے پڑھتے وقت اپنے من میں کیا کہتے ہونگے۔ کیا ایشور سرشٹی کے شروع میں اسی قسم کی باتوں کی تعلیم اپنا فرض سمجھتا ہے۔ نہیں نہیں ضرور اس قسم کے منتر انہوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔"

(بحوالہ پرکاش ۵ جون ۱۹۳۳ء)

ہندو اور رادھا سوامی

یہ تو ہیں ہندوؤں کے عقائد کے متعلق رادھا سوامیوں کے خیالات جنہیں دیکھ کر کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ انہیں ہندو دھرم سے کوئی دور کا تعلق بھی ہے۔ اور خود ہندوؤں کو تسلیم ہے کہ یہ لوگ ان سے بالکل جداگانہ حیثیت اور علیحدہ ہستی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک آریہ سماجی جو پہلے بہت عرصہ تک اس مت میں شامل رہ چکے ہیں۔ صاف طور پر لکھتے ہیں۔

"رادھا سوامی مت مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذہب کی طرح ہندو دھرم کا گھور دشمن ہے۔ اور بھارت کی سمبھیتا اور تاریخ کو ملیا میٹ کرنا چاہتا ہے۔" (پرکاش ۲۹ نومبر ۱۹۳۲ء)

پرکاش ۵ جون ۱۹۳۳ء میں ایک صاحب ویدوں وغیرہ کے متعلق رادھا سوامی گورو کے خیالات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"جو لوگ رادھا سوامی مت کو بھی ہندو قوم کا سدھارک سمجھتے ہیں وہ مذکورہ بالا الفاظ کو غور سے پڑھیں۔ اور دیکھیں۔ کہ آریہ جاتی کی مرکزی طاقت کو یہ لوگ کتنا کمزور کر رہے ہیں۔ افسوس یہ ہندو قوم ہی ہے جس میں اس کی جڑھ کو کاٹنے والے فرقوں کو بھی پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔"

عجیب بات

اب ایک عجیب بات دیکھئے۔ رادھا سوامیوں کے عقائد ہندوؤں کے سخت خلاف ہیں۔ وہ ان کی مقدس ہستیوں کو شیطان کی اولاد اور مذہبی کتابوں کو گمراہی کا سرچشمہ یقین کرتے ہیں۔ ہندو قوم تسلیم کرتی ہے کہ یہ ان کے دشمن ہیں۔ اور ہندو مت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اس مذہب کے ویسے ہی دشمن ہیں۔ جیسے مسلمان اور عیسائی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ یہ معلوم کر کے حیران ہونگے۔ کہ رادھا سوامیوں کا شمار ہندوؤں میں ہوتا ہے۔ ہمیں تو حکومت کی اس بوالعجبی پر حیرانی ہے کہ کیوں اس قدر شدید اختلافات کے باوجود رادھا سوامی ہندوؤں سے جدا قرار نہیں دئے جاتے۔

ناظرین کرام سے درخواست

رادھا سوامی تحریک موجودہ زمانہ کی ہندو تحریکات میں سے ایک اہم تحریک ہے۔ اور ضروری ہے کہ تبلیغ کرنیوالی جماعت اس کے مفصل حالات سے پوری طرح واقف ہو۔ اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے حتی المقدور اس کا لٹریچر بہم پہونچانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تا حال کامیابی نہیں ہوئی۔ اگر ناظرین کرام میں سے کوئی صاحب اس تحریک کے متعلق واقفیت رکھتے ہوں۔ تو مہربانی فرما کر ہمیں بتائیں۔ کہ اس کے متعلق اردو لٹریچر کہاں سے مل سکتا ہے۔ اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ عام طور اپنے لٹریچر کی اشاعت میں یہ لوگ پس و پیش سے کام لیتے ہیں۔

لائل پور میں مستری عمر دین صاحب کی ناکام فتنہ انگیزی

لائلپور کے غیر مبائعین

لائل پور میں غیر مبائعین کی پارٹی اس حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پیغامی نقطۂ نگاہ سے لائل پور لاہور سے دوسرے نمبر پر ہے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ مگر جہاں تک میں نے ان کے حالات کا مطالعہ کیا ہے باوثوق کہہ سکتا ہوں۔ کہ حق کی مخالفت نے ان لوگوں کو یہاں تک مفلوج کر دیا ہے۔ کہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو احمدیوں کے لئے ایک مرکزی نقطہ ہے۔ اور وفات مسیح علیہ السلام جو ایک بنیادی اصل ہے۔ آج پبلک کے سامنے پیش کرنے کی کبھی انہوں نے جرأت نہیں کی۔ ہاں ان کا مقصد واقعات کی روشنی میں اگر کوئی نظر آتا ہے تو یہ کہ جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں میں اشتعال اور نفرت پھیلائیں۔ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے ہمارے عقائد کے متعلق خلاف واقعہ باتیں بیان کریں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں اپنی ہمتیں اور کوششیں صرف کرتے رہیں۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق اپنے بغض اور کینہ کے اظہار میں کبھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔

تبادلۂ خیالات سے فرار

اسی مقصد کے پیش نظر آئے دن مبائعین سے الجھنے اور فتنہ پیدا کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا انہوں نے تبادلۂ خیالات کی طرح ڈالی۔ اور پرائیویٹ طور پر مسجد احمدیہ میں حسب ذیل مضامین پر تین روز تبادلۂ خیالات قرار پایا۔ (۱) نبوت حضرت مسیح موعود اور ختم نبوت کی حقیقت (۲) خلافت (۳) مسئلہ کفر و اسلام۔ اس امر کا اظہار خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ پہلے روز ہی اول الذکر مضمون پر تبادلۂ خیالات کے دوران میں مقرر ان لوگوں کو خفت اٹھانی پڑی۔ کہ دوسرے روز مسئلہ خلافت پر انہیں بحث کی جرأت ہی نہ رہی۔ اور وہ سامنے نہ آئے۔ بلکہ کھلم کھلا فرار اختیار کر کے اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ کہ خلافت کے مسئلہ پر تاب مقاومت نہیں رکھتے۔ حالانکہ ان کا مایۂ ناز مسئلہ (کفر و اسلام) جس کے ذریعہ انہیں اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرتے ہوئے اشتعال انگیزی کا زیادہ موقعہ ملتا ہے۔ بعد میں پیش ہونے والا تھا۔

جلسہ کی تیاری

جب پیغامیوں کو متذکرۃ الصدر مسائل پر ہمارے مقابلہ میں واضح طور پر اپنی کمزوری محسوس ہوئی۔ اور ہماری طرف سے انہیں الجھنے والا کا دندان شکن جواب دیا گیا۔ تو ان کو نہ صرف بہت حد تک خفت اٹھانی پڑی۔ بلکہ پیغامی کیمپ میں تہلکہ مچ گیا۔ ان حالات کے پیش نظر اور اس خفت کو دور کرنے کے لئے انہوں نے خاص انتظام کے ماتحت مقابلہ کرنا ضروری خیال کیا۔ اور ۲۳ و ۲۴، ۲۵ ستمبر اپنا ایک جلسہ مقرر کیا جس میں حسب ذیل مضمون کر... دی۔

(۱) مولوی صدر الدین صاحب (۲) مستری عمر دین صاحب شملوی (۳) سید مدثر شاہ صاحب (۴) محمد یوسف صاحب گرنتھی (۵) مظفر بیگ صاحب ساطع اور حسب ذیل لیکچروں کا پبلک جلسوں میں بیان کرنے کا انتظام کیا۔ (۱) احسانات رسول کریم (۲) خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ (۳) اولیائے امت (۴) ہم اور ہمارے عقائد (۵) باوا نانک علیہ الرحمۃ کا مذہب ۔۔۔ نیز اشتہار میں اس امر کا خاص طور پر اعلان کیا گیا۔ کہ "ہر روز قادیانی عقائد پر روشنی ڈالی جایا کرے گی۔"

مستری عمر دین کی فتنہ انگیزی

اگرچہ ان کا جلسہ ۲۳ ستمبر کو شروع ہونے والا تھا مگر مستری عمر دین صاحب شملوی کو انہوں نے تین چار روز پہلے بلانے کی دعوت دے دی۔ اور ۲۰ تاریخ کو رات کی گاڑی سے وہ لائلپور پہنچ گیا اسے پہلے بلانے کی غرض محض یہ تھی۔ کہ وہ جماعت احمدیہ میں فتنہ پھیلائے۔ اور اس نے پہنچتے ہی اپنا پارٹ نہایت انہماک کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی۔ اس اجمال کی پوری تفصیل بخوف طوالت تحریر نہیں کی جاتی۔ البتہ مختصر کیفیت عرض ہے

مستری عمر دین سے ابتدائی گفتگو

۲۱ تاریخ کو صبح کی نماز کے اجتماع میں ایک دوست نے مستری عمر دین کے آنے کی اطلاع دی جس پر ہماری جماعت کے دو اصحاب اس کی جائے قیام پر بدیں غرض پہنچے۔ کہ دیکھیں۔ ہمارے اخراج از جماعت کے بعد کے خیالات میں کہاں تک تغیر رونما ہوا ہے۔ اور وہ کن دلائل اور براہین سے مسلح ہو کر مقابلہ پر آنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ وہ جلسہ سے پہلے اسی غرض کے لئے بلایا گیا ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے بیان کیا۔ کہ مسئلہ نبوت میں میرے وہی عقائد ہیں۔ جو قادیانی جماعت کے ہیں لیکن مسئلہ کفر و اسلام میں مجھے تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف ۱۹۱۴ء سے چلا آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے میں حضرت میاں صاحب کو مصلح موعود یقین کرتے ہوئے اس اختلاف کی اشاعت نظام سلسلہ کے منافی سمجھتا تھا۔ اب چونکہ میں انہیں مصلح موعود نہیں مانتا۔ اس لئے اس اختلاف کا اظہار اور اشاعت ضروری خیال کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں بغیر دریافت کئے یہ بھی بیان کیا۔ کہ جماعت سے میرے اخراج سے مجھ پر بہت ظلم کیا گیا ہے۔ بہت سی غلط رپورٹیں میرے متعلق حضرت صاحب کو پہنچائی گئیں۔ جن کی بناء پر میرا اخراج ہوا۔ وہ ہم پر اثر ڈالنے کے لئے زوردار الفاظ میں بیان کرتا۔ کہ حضرت اقدس کی ذات پر جو الزام و اتہام مستریوں نے لگایا اسے غلط یقین کرتا ہوں۔ مگر شیطنت کے پہلو کو ساتھ لئے ہوئے یہ بھی کہتا۔ کہ عبد الکریم وغیرہ کو الزام لگانے اور مباہلہ کا مطالبہ کرنے میں بددیانت خیال نہیں کرتا۔ جب اسے یہ کہا گیا۔ کہ کسی متنازعہ امر میں جانبین کو حق پر یقین کرنا نہ صرف غلط اصول ہے۔ بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔ تو رکیک تاویل پیش کر کے اپنی منافقت کا بین ثبوت پیش کیا۔ بہرحال اسی روز نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق بعض حوالجات کی تشریح کرائی گئی۔ اور اس کے دلائل سے واقفیت حاصل کر کے ہمارے دوست چل دیئے۔

کفر و اسلام پر بحث

اسی روز مغرب کی نماز میں وہ ہماری مسجد میں خود بخود آ گیا۔ اور نماز کے بعد باقاعدہ طور پر مسئلہ کفر و اسلام پر بحث شروع کر دی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو جاری رہی۔ جو اس سمجھوتہ کے ساتھ ختم ہوئی کہ اگلے روز بعد نماز مغرب اسی مسئلہ پر باقاعدہ طور پر پرائیویٹ مناظرہ ہوگا۔ چنانچہ اگلے روز وقت معین پر دو گھنٹہ تک مناظرہ ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مبائعین کو کامیابی نصیب ہوئی۔ فریق مخالف ہمارے کسی سوالات سے عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ غیر مبائعین کے لئے پہلی خفت ہی کچھ کم نہ تھی۔ کہ اس تبادلۂ خیالات نے انہیں اور نادم کر دیا اور انہوں نے ہمارے متعلق علانیہ مخالفت شروع کر دی۔ ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب ہمیں یہ معلوم ہوا۔ کہ "خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا" کے موضوع پر مستری عمر دین بولنا چاہتا ہے۔ کہاں وہ خیال کہ میں احمدیوں کے عقائد کے ساتھ اس مسئلہ پر کلی طور پر متفق ہوں اور کہاں یہ اظہار کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس موقع پر میں اس امر کی تشریح ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ پہلے وہ منافقت کے پہلو کو اختیار کر کے ہماری ہمدردی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تا کہ جماعت کے اندر باسانی فتنہ انگیزی کر سکے۔ مگر جب اس چال میں ناکام رہا۔ تو اس نے ظاہری طور پر مقابلہ شروع کر دیا۔

جلسہ نہ ہوا

چونکہ مشیت ایزدی میں یہ امر داخل نہیں تھا۔ کہ ان کا جلسہ ہو۔ اس لئے ان کا جلسہ نہ ہوا۔ کیونکہ علاوہ مستری عمر دین کے اور کوئی مبلغ نہ آسکا۔ مستری عمر دین منافقت کی نقاب اوڑھ کر پوشیدہ طور پر احمدیوں سے فرداً فرداً ملتا۔ اور نہ صرف جماعت احمدیہ کے عقائد کے خلاف۔ بلکہ نظام سلسلہ کے خلاف اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے خلاف بہت سی خرافات بکتا رہا۔ اس کا طریق عمل یہ رہا۔ جب زید کے پاس جاتا۔ تو اس پر اثر ڈالنے کے لئے کہتا۔ بکر میرا ہم خیال ہو گیا ہے۔ اور جب بکر کے پاس جاتا۔ تو اس کے الٹ بیان کرتا۔ غرضیکہ اس نے ہر رنگ میں وسوسے ڈالنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ شیطان ہر رنگ میں اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کرنے کے باوجود ناکام رہا۔ اس جگہ یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی پر بھی اصولی رنگ میں علاوہ

سری نگر کا حال کا فساد اور اُس کے بواعث

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

صفائی کا ہفتہ

ہر سال مہاراجہ بہادر والئے کشمیر کے یوم سالگرہ سے دو روز قبل سری نگر میں ایک رسم منائی جاتی ہے۔ جسے صفائی کا ہفتہ کہتے ہیں۔ تمام شہر کی صفائی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو اندر اور باہر سے صاف کرتے ہیں۔ سارا شہر دھل دھلا کر صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ اور سالگرہ کی تیاری میں لوگ خوشی کے گیت گاتے ہیں۔ اس سال یہ صفائی کا ہفتہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء سے شروع ہوا۔ طلباء مدارس کے لئے حکام محکمہ کی طرف سے یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اس دن عمدہ کپڑے پہنکر جلوس کی شکل میں گیت گاتے ہوئے تمام شہر میں چکر لگائیں۔

فتنہ انگیز پوسٹر

۲۰-۲۱ ستمبر شہر کے ان محلوں میں جہاں پنڈتوں کی کثرت ہے۔ نیز مدارس کے آس پاس در و دیوار پر متعدد پوسٹر اردو و انگریزی میں چسپاں دیکھے گئے۔ جن میں کشمیری پنڈتوں کی طرف سے تمام ہندو طلباء کو تلقین کی گئی تھی۔ کہ ان میں سے کوئی لڑکا اس تہوار میں شامل نہ ہو۔ اور سالگرہ کے جشن و جلوس کا مقاطعہ کیا جائے۔ اس تحریک کے علاوہ پنڈت صاحبان نے ایک جلسہ کیا جس میں پنڈت جیا لعل صاحب کلم نے اشتعال انگیز تقریر کی پنڈتوں کو بالخصوص اور ہندوؤں کو بالعموم مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔

پنڈتوں کا رویہ

یہ تو قارئین کرام کو مدت سے معلوم ہے۔ کہ گلینسی کمیشن کی سفارشات پر مہاراجہ بہادر کا اعلان کشمیری پنڈتوں کو خار کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اور وہ مختلف مواقع پر ریاست کے متعلق اپنے تلخ جذبات کا اظہار کھلے بندوں کر چکے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی انہوں نے اپنی زہر آلودہ جذبات کا اظہار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور کوشش کی۔ کہ صفائی کے ہفتہ کو پورے طور پر مکدر کریں۔ نہ صرف خود مہاراجہ بہادر کی سالگرہ کے جشن کا مقاطعہ کریں۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی اینٹ پتھر۔ لاٹھی۔ برچھی وغیرہ سے مجبور کریں۔ کہ وہ بھی ان کے سوگ میں شریک ہوں۔ چنانچہ ۲۴ تاریخ کو اپنے مجوزہ پروگرام عمل کے ماتحت انہوں نے اپنے لڑکوں کو مدرسوں میں جانے سے روک دیا چنانچہ کشمیری پنڈتوں اور دیگر ہندو طلباء میں سے سوائے بعض ملازمین کے لڑکوں کے ایک لڑکا بھی گیارہ مدرسوں میں سے کسی مدرسہ میں حاضر نہ ہوا۔ سری نگر میں پانچ ہائی سکول ہیں۔ اور چھ مڈل سکول

چھیڑ چھاڑ

مسلمان طلباء حسب معمول اپنے اپنے مدرسوں میں حاضر ہوئے۔ اور دس بجے مختلف مدارس کے مسلمان طلباء حضوری باغ کی طرف اس غرض سے روانہ ہوئے۔ کہ وہاں سے جلوس مرتب کر کے شہر کے بازاروں میں چکر لگائیں۔ جب یہ طلباء اپنے مدارس سے حضوری باغ کی طرف آ رہے تھے۔ تو پنڈت لڑکوں اور مردوں کی ٹولیاں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیں۔ اور راستہ بھر ان پر آوازیں کستی گالیاں دیتی رہیں حتیٰ کہ مار پیٹ کی دھمکیاں دینے سے بھی دریغ نہ کیا اور حضوری باغ میں پہنچ کر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور علی الاعلان کہدیا۔ کہ جلوس کا مزہ ذرا آگے چل کر چکھائینگے۔

سنگ باری

جب یہ جلوس محلہ گنپت یار میں پہنچا۔ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ تو پنڈتوں نے اس کا استقبال پتھروں اور لاٹھیوں سے کیا۔ بعض ہندو اساتذہ جلوس میں شریک تھے۔ وہ غیرت پنڈتوں کے حملہ کو دیکھ کر جلوس سے الگ ہو گئے۔ کشمیری پنڈتوں نے اپنی طرف سے جلوس کو منتشر کرنے کی پوری کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔

طلباء پر حملہ

تھوڑی دیر کے بعد تعاقب کرنے والی پنڈتوں کی ٹولیوں نے بہت سے ہجوم کے ساتھ جلوس کو بہانہ محلہ کے قریب پھر روکا۔ اور گورنمنٹ ہائی سکول کے طلباء پر حملہ کر دیا۔ لڑکوں کی پگڑیاں اتار لیں۔ اور بینڈ چھین لیا۔ یہاں پر پنڈتوں کے جتھے جلوس کے ایک حصہ کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کچھ لڑکے جے کدل کو چلے گئے۔ کچھ فتح کدل کو۔ تھوڑی دیر بعد منتشر شدہ مسلم طلباء ادھر ادھر سے اکٹھے ہو کر دیوان باغ میں از سر نو اپنے آپ کو جلوس کی شکل میں ترتیب دینے لگے۔

طلباء اسلامیہ ہائی سکول پر حملہ

جب طلباء کا یہ جلوس زینہ کدل اور عالی کدل کی طرف جا رہا تھا۔ تو پنڈتوں کے ایک جم غفیر نے قرہ فلی محلہ میں جلوس کو آ گھیرا یہاں پہنچ کر اسلامیہ ہائی سکول کے طلباء پر لاٹھیوں سے حملہ آور ہوئے۔ اور یہ بات نہایت افسوس کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔ کہ بعض پنڈت اساتذہ بھی مار پیٹ میں شریک ہو گئے نہ صرف مسلمان لڑکوں کو پیٹا گیا۔ بلکہ اسلامیہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کو بھی تکلیف پہنچائی گئی۔ پنڈتوں کی آخری یورش دو بجے سے چار بجے تک رہی۔ جس میں نہ صرف سکول کے طلباء کو نشانہ بناتے رہے۔ بلکہ مسلمانوں کی ہر دوکان کو لوٹنا شروع کر دیا گیا۔ چار بجے کے قریب مجھے اطلاع پہنچی۔ اور میں صورت حالات دیکھنے کے لئے چار بجے ساڑھے چار بجے پتھر مسجد پہنچا۔ جہاں زخمی مسلمان لہولہان چار پائیوں یا پیٹھوں پر اٹھا کر لائے جا رہے تھے۔

پنڈتوں کی وحشت

بچے عورتیں بوڑھے اور ناتواں ہر مذہب و ملت میں قابل شفقت اور قابل رحم ہوتے ہیں۔ مگر پنڈت صاحبان نے نہ اس کا خیال رکھا۔ اور نہ اس جذبۂ شرافت کی پرواہ کی۔ جس کے طفیل معصوم بچے اور عورتیں اور بوڑھے محفوظ رہتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ نہ صرف سکولوں کے مسلمان لڑکے۔ بلکہ ماؤں کے گودیوں کے معصوم بچے بھی زخمی ہیں۔ ان میں سے ایک بچہ کی پٹی میرے سامنے کی گئی۔ اور میرے محترم دوست پروفیسر علم الدین صاحب سالک نے بھی اسے دیکھا۔ کشمیری پنڈتوں نے ان مسلمان عورتوں کے سینوں میں چھریاں گھونپیں۔ جو اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار آئی تھیں۔ بوڑھے زمیندار جو شہر میں خرید و فروخت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان پر بھی رحم نہ کیا گیا۔ چونکہ پنڈت صاحبان پہلے سے ہی تیار تھے۔ اور مسلمان بالکل بے خبر تھے۔ اس لئے ۲۴ تاریخ کی شام تک مسلمان [illegible] کی تعداد دو تین گھنٹے کے اندر ہی [illegible] ہو گئی۔

محکمہ پولیس کی غفلت

کشمیری پنڈتوں کی اس ہنگامہ آرائی میں سب سے زیادہ قابل افسوس اور قابل حیرت امر یہ ہے۔ کہ وہ اس شرارت کے معرض وجود میں لانے کے لئے ہفتہ عشرہ سے تیاری کر رہے تھے۔ اور اشتعال انگیز تقریریں کی جا رہی تھیں۔ پنڈت مرد اور عورتیں اسلحہ جمع کر رہے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی۔ بالکل غافل رہا۔ اور جب آخری گھڑیوں میں اسے علم ہوتا ہے۔ تو وہ ایک نہایت معمولی بات سمجھتا ہے۔ میری رائے میں اگر حکومت کے دیگر اراکین اس ہنگامہ آرائی کا قبل از وقت سد باب کرنے سے قاصر رہے۔ تو اس کی تمام ذمہ واری محکمہ سی آئی۔ ڈی پر عائد ہوتی ہے۔ اور اگر محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کی اس غفلت سے حکام اعلیٰ نے سبق حاصل کر کے اس محکمہ کی مناسب اصلاح نہ کی۔ تو پنڈتوں کی سازشوں پر ہمیشہ پردہ پڑے رہنے کا احتمال نہیں۔ بلکہ یقین ہے۔

حکام کا قابل تعریف تدبر

مجھے فساد کے دوران میں حکام اور مقامی کارکنوں کے ساتھ آتش فساد کو دو کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور میں نہایت دیانتداری کیساتھ یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس دانشمندی اور دور اندیشی اور ضبط کی قابلیت کا ثبوت حکام نے اس موقعہ پر دیا کشمیر کی تاریخ میں یقیناً وہ پہلی مثال ہے۔ انہوں نے بغیر ایک گولی چلانے کے نہ صرف یہ کہ بھڑکتی ہوئی آگ کو جس میں ہزاروں جانوں کے تلف ہو جانے کا خطرہ تھا بجھا دیا۔ بلکہ مشتعل فریقین کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

فوجی انتظام نواب خسرو جنگ صاحب بہادر کے ماتحت تھا اور پولیس کا انتظام مسٹر لاتھر کے ماتحت اور ان دونوں کی پالیسی کا انصرام مسٹر جارڈین سپیشل منسٹر جیسے دانشمند مشیر کے ہاتھ میں تھا۔ احکام کا نفاذ سردار عطر سنگھ صاحب گورنر سے متعلق تھا جن کو اس وقت سے رعایا محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ جبکہ وہ تحصیلدار تھے۔ اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام حکام میں خوش کن روح کام کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ مسٹر سلڈینڈ بھی بظاہر خاصی اچھی ذہنیت کا ثبوت دے رہے تھے۔ کرنل کالون کی اڈمنسٹریشن تو مبارکباد کی مستحق ہے۔

شیر کشمیر کی خدمات

اس ساری کامیابی میں ہمارے شیر کشمیر اور ان کے مددگاروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے چار دن رات مع اپنے کارکنوں کے پتھروں کی بوچھاڑوں اور گوناگوں خطرات کے درمیان تمام شہر میں بار بار چکر لگا کر مسلمانوں اور پنڈتوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ اور اپنی تقریروں سے بالآخر پنڈتوں اور مسلمانوں کو شیر وشکر کر دیا۔ آخری دن گورنر صاحب کی طرف سے پنڈت جیالعل صاحب کلم اور کیشپ بندھو صاحب کو بھی مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے گھروں سے نکل کر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی معیت میں آتش فساد کر فرو کریں۔ چنانچہ انہوں نے جو کوشش کی جس کے لئے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ پنڈت کیشپ بندھو صاحب نے ہمارے ساتھ اسلام آباد میں جا کر اس آگ کی چنگاری کو فرو کیا۔ جو کہ سری نگر سے وہاں پہنچ چکی تھی۔

غرض اس ہنگامہ آرائی نے یہ ثابت کر دیا کہ حکام وقت اگر نیک نیتی اور عقلمندی سے کام لیں تو ہر وقت وہ ہر آن بہترین وسائل سے صورت حالات کو خوشگوار منظر میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان مواد سے بھی بہتر سے بہتر فوائد اور خدمات حاصل کر سکتے ہیں جن کو کسی وقت خطرناک تصور کر کے زندان میں محبوس کر دیا گیا تھا۔ قارئین کرام اگر موجودہ واقعات کو گذشتہ سال کے واقعات کی روشنی میں دیکھینگے تو مختلف عناصر کی اہلیت و نااہلیت کا موازنہ کرنے کا بہترین موقع پائینگے۔

زخمیوں کی تعداد

گذشتہ سال کی ہنگامہ آرائی کے نتائج سارا جہان دیکھ چکا ہے۔ تازہ ہنگامہ میں ۲۵ ستمبر کو جب میں اپنے دوستوں کے ساتھ شفاخانہ میں مجروحین کو دیکھنے گیا۔ اور یہ وہ دن تھا جبکہ فساد بند ہو چکا تھا۔ تو شفاخانہ میں تیرہ مسلمان اور بیس ہندو زخمی تھے۔ ان میں سے نو کس شدید زخمی بتلائے گئے۔ لیکن اگر اس قسم کی چوٹوں کو بھی شمار کیا جائے۔ جیسی کہ ہمارے دوست پروفیسر سالک صاحب کی پنڈلی میں آئی۔ تو ۲۶۳ تعداد تھی۔ مگر یہ معمولی چوٹیں ہیں جو پتھروں کی اندھا دھند بوچھاڑ میں لگ گئیں۔

مسلمانوں کا شریفانہ طرز عمل

اس موقعہ پر پتھر مسجد میں مجھے مسلمانوں کے ایک شریفانہ جذبہ کا نظارہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جبکہ ان سے مسلمان راہ گذروں پر جو پتھروں کی بوچھاڑیں کی گئیں۔ تو ان میں بعض ہندو خورد سال لڑکے زخمی ہو گئے مسلمان جہاں اپنے زخمی اٹھا کر مسجد میں لائے۔ وہاں ایسے ہندو بچوں کو بھی اٹھا کر لائے اور اسی شفقت کے ساتھ ان کی مرہم پٹی کرنے اور دودھ پلانے میں مشغول تھے جیسے اپنے زخمیوں کی۔

شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی ہندو نوازی

شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے اس دوران میں جس کسی ہندو کو زخمی دیکھا اپنی موٹر میں بٹھا کر اپنی حفاظت میں شفاخانہ پہنچا آئے۔ ایک موقعہ پر ایک ہندو گھر میں ایک ہندو کا جنازہ دو تین دن سے پڑا ہوا تھا۔ جو اپنی طبعی موت سے مرا تھا اور پنڈت ڈر کے مارے اسے مرگھٹ میں نہیں لے جاتے تھے شیخ صاحب کو علم ہوا۔ تو اپنی حفاظت میں اس جنازہ کو مرگھٹ میں لے جا کر اپنے سامنے نذر آتش کرایا۔

مسلمانوں کی شرافت

اس موقع پر مسلمانوں نے جس وسعت حوصلہ اور شرافت نفس کا اظہار کیا۔ وہ نہایت ہی تعریف کے قابل ہے۔ بطور شاذ و نادر ان کی طرف سے بعض ناخوشگوار مظاہرے بھی ہوئے۔ مگر بالعموم ان کا رویہ قابل تعریف رہا۔

پنڈتوں کو مشورہ

دراصل گذشتہ سال کے واقعات سے پنڈت صاحبان اس غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ کہ جونہی انہوں نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ ملٹری اور پولیس ڈنڈے اور بندوقیں لئے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے گی۔ مگر شکر ہے ان کی یہ غلط فہمی بھی دور ہو گئی۔ اب ان کے لئے ایک موقع ہے۔ کہ اپنے ہم وطن بھائیوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات نہ صرف قائم رکھیں۔ بلکہ ان میں اپنے متعلق اعتماد کی روح پیدا کریں میں نے یہ مشورہ کئی پنڈت صاحبان کو دیا ہے۔ اور انہوں نے بظاہر اس کے ساتھ پورا پورا اتفاق کیا ہے۔ چاہئے کہ ہم گذشتہ را صلوات کہتے ہوئے ایک دوسرے کی بہبودی کے لئے نیک نیتی کے ساتھ کوشش کریں۔

زمیندار کا ایک مضمون

اسی اثناء میں کہ میں یہ سطور لکھ رہا تھا۔ زمیندار مورخہ ۲۹ ستمبر کا پرچہ مجھے ملا۔ جس کے پہلے صفحہ پر ایک مضمون بعنوان "مسلمانان کشمیر کی دگرگوں حالتیاں" میری نظر سے گذرا جس میں ہر خیر خواہ کو بدخواہ اور ہر بدخواہ کو خیر خواہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب ایم۔ ایس سی جو شیر کشمیر اور لیڈر قوم کہلانے کے ہر طرح مستحق ہیں۔ نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی ان کی مخلصانہ اور بے لاگ خدمات کا اقرار کر رہے ہیں۔ زمیندار کے شرمناک حملوں سے بچ نہیں سکے اسی طرح یہاں سری نگر اور جموں میں مسٹر لاتھر کے متعلق سب جانتے ہیں۔ کہ اس وقت تک وہی ایک ایسے افسر ہیں۔ جنہوں نے اپنے محکمہ میں مہاراجہ بہادر کی اعلان کردہ پالیسی کے ماتحت مسلمانوں کو پچاس فیصدی حق دینے میں پنڈتوں کی اشد ترین مخالفت کا مقابلہ کیا اور ان کی گوناگوں دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اگرچہ دوسرے افسران بھی اسی قسم کی کوشش میں ہیں۔ مگر ان کو مشکلات حل کرنے میں ابھی تک وہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ جو مسٹر لاتھر کو بوجہ ان کی جرأت اور مدبرانہ قابلیت کے حاصل ہوئی ہے۔ پنڈت صاحبان کی مسٹر لاتھر سے ناراضگی ہی ثابت کرتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق دلانے میں کامیاب ہو رہے ہیں باوجود اس حقیقت کے زمیندار جس نے کانگرس کی حکومت سے فارغ البالی حاصل کر کے اب پنڈت صاحبان کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ان کے خلاف بھی بیہودہ سرائی کر رہا ہے۔ اور اس قسم کے زہر آلود مضامین سے چاہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو جو کچھ اس وقت مل رہا ہے۔ اس سے بھی محروم کر دے۔ اس قسم کے مضامین کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو جو پنڈتوں کے جور و ستم سے برباد ہو رہے تھے۔ ان حکام کے برخلاف بھڑکایا جائے جو ان کی بہبودی کے لئے کوشاں ہیں

زمیندار اور مسلمانانِ کشمیر

اس مار آستین اخبار کی زہر افشانیوں کا مسلمانان کشمیر کئی بار تجربہ کر چکے ہیں۔ اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ زمیندار کے فریب میں آنے کے نہیں۔ "زمیندار" کے صاحبزادہ صاحب یہاں گذشتہ دنوں دو ماہ کا عرصہ گذار کر اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

خوش کن فضا

مجھے وادی کشمیر کے طول و عرض میں سفر کرنے کا موقع ملا ہے اور میں گذشتہ تین ماہ سے حالات حاضرہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ کرنل کالون کے عہد وزارت میں ایک خوش کن فضا پیدا ہو رہی ہے جس کے لئے ان کے کارکن مبارکباد کے مستحق ہیں۔ حکام کی ذہنیت میں ایک نمایاں تبدیلی نظر آتی (

وہ محسوس کر رہے ہیں کہ بیدار بخت مسلمانان کشمیر سوائے عدل و انصاف کے کسی بات سے راضی نہیں ہو سکتے اور اس احساس کے ماتحت انہوں نے اپنا رویہ بدلنا شروع کر دیا ہے گذشتہ مہینے میں جو سفر میں نے دراز اور گریز وغیرہ علاقہ میں کیا اس میں جہاں میں نے مذکورہ بالا تبدیلی کو محسوس کیا وہاں ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کشمیر کے مسلمان سیاسیات میں مذہبی تعصب سے آزاد ہیں۔ علاقہ تلیل اور گریز کے مسلمان نائب تحصیلدار سردانند صاحب کے شکر گزار تھے۔ کہ انہوں نے رشوت کا سدباب کر کے علاقہ میں عدل و انصاف قائم کیا ہے ایسا ہی علاقہ ہندواڑہ کے لوگوں کو تحصیلدار رگوناتھ صاحب کا شکر گزار پایا۔ یہ وہ پنڈت رگوناتھ نہیں جو مٹو کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کے ہاتھوں سارا علاقہ ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ بلکہ ٹکو رگوناتھ ہیں۔ ایسا ہی جہاں سوپور کے مسلمان نائب تحصیلدار کی جن کا نام غالباً قمر صاحب ہے تعریف کر رہے تھے۔ وہاں ایک محمد اسمٰعیل صاحب نائب تحصیلدار اور بلہ کاک صاحب وزیر وزارت سے نالاں تھے۔ سری نگر میں مسٹر ولال اور ابراہیم صاحب نے اپنے عدل و انصاف سے خوشگوار فضا پیدا کرنے میں بڑا کام کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ مسلمان اپنے ملک کی سیاست میں مسلم اور غیر مسلم کے سوال سے قطعاً دور ہیں۔

زمیندار کی شرارت

لیکن اخبار زمیندار ان کو کشاں کشاں اس گڑھے میں ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ وادی کشمیر میں وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

آنریبل چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی زیر صدارت امپیریل کونسل آف اگریکلچر ریسرچ کی ایک میٹنگ ۷ اکتوبر شملہ میں منعقد ہوئی۔ جس میں کئی امور کا فیصلہ کیا گیا اور کئی اہم سکیموں کی سفارش کی گئی۔ منجملہ دیگر امور کے پنجاب میں نیشکر کے متعلق ایک ریسرچ سٹیشن قائم کرنے کے متعلق فیصلہ کیا گیا۔ جس پر ایک لاکھ تیس ہزار ۹۷۰ روپیہ خرچ آئیگا نیز گڑ اور شکر بنانے کے دیسی طریقہ کی آزمائش کے لئے ایک ریسرچ سٹیشن قائم کئے جانے کا بھی فیصلہ کیا گیا جس پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار ۳۸۰ روپیہ کے خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔

طبیہ کالج دہلی میں گذشتہ دنوں ادارۂ انتظام کی بے عنوانیوں کے باعث بطور احتجاج بعض پروفیسروں۔ طلباء اور طالبات نے سٹرائک اور بھوک ہڑتال شروع کر دی تھی۔ اس کی تحقیق کے لئے مرزا محمد سعید صاحب ایم اے سابق پرنسپل رہتک کالج۔ مسٹر ڈاکر ایم اے پرنسپل عربک کالج دہلی اور لالہ شیو نرائن ایڈووکیٹ سکرٹری مینجنگ کمیٹی ہندو کالج دہلی پر مشتمل ایک تحقیقاتی سب کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس کی تحقیق کی بناء پر تعلیمی مجلس نے حکیم کبیر الدین صاحب زبدۃ الحکماء۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب۔ حکیم حفظ الرحمٰن صاحب پروفیسران اور ڈاکٹر منظور حسین صاحب ہدس اسر جن نیز منصر مسرصاحبہ زنانہ بورڈنگ ہاؤس کو کالج کی ملازمت سے برخاست کر دیا ہے اسی طرح دس طالب علموں کو کالج سے خارج کر دیا گیا ہے پانچ فارغ التحصیل طلباء کی سندات بھی ضبط کر لی گئی ہیں۔

ڈی نیشنل جرنلز لمیٹڈ کے نام سے ایک مشترکہ سرمایہ کی کمپنی دہلی میں قائم کی گئی ہے جس کا مقصد ہندوستان کے مختلف حصوں میں انگریزی نیز ملکی زبانوں میں اخبارات کا جاری کرنا ہے۔ اس کمپنی کا سرمایہ بارہ لاکھ کے حصص پر مشتمل ہے۔ اور ڈاکٹر انصاری ڈائرکٹروں کے بورڈ کے صدر مقرر کئے گئے ہیں۔ اخبارات کے لئے اپ ٹو ڈیٹ قسم کی مشینری بھی لگائی گئی ہے۔

کلکتہ سے ۷ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ کانسی پور کی شوگر جیوٹ ملز میں خوفناک آگ لگ گئی۔ اگرچہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر آگ پر قابو پا لیا گیا۔ لیکن پھر بھی ایک لاکھ روپیہ کا نقصان ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اسی مقام پر دو اور آتشزدگی کے واقعات بھی ہوئے۔

نواب صاحب بھوپال کی طرف سے ڈسٹرکٹ و سشن جج دہلی کی عدالت میں عدالت ماتحت کے فیصلہ کے خلاف جس میں ایڈیٹر "ریاست" کو توہین کے مقدمہ میں بری کر دیا گیا ہے۔ نظر ثانی کی درخواست دی گئی ہے۔ چنانچہ بری شدہ ملزمان کے نام نوٹس جاری کر دئے گئے ہیں اور سماعت کے لئے ۲۱-۲۲ نومبر تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

مسٹر سبھاش چندر بوس کے متعلق حکومت ہند کی طرف سے احکام صادر کر دئے گئے ہیں کہ انہیں مدراس جیل سے بھوانی سینی ٹوریم (یو۔ پی) میں تبدیل کر دیا جائے کیونکہ ڈاکٹری معاینہ نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ ان کے پھیپھڑے خراب ہو چکے ہیں۔ اور صحت سخت گر گئی ہے۔

سر ایس ایم سلیمان چیف جسٹس یو۔ پی جو ہندوستان میں انگریزی فوج کے مصارف کی تحقیقاتی کمیٹی کے ایک رکن ہیں۔ ان کے متعلق توقع کی جاتی ہے کہ ۲۹ اکتوبر کو الہ آباد سے لنڈن روانہ ہو جائیں گے۔ اور سر لال گوپال مکرجی قائم مقام چیف جسٹس کے طور پر فرائض سر انجام دینگے۔

ڈبلن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ مسٹر ڈی ویلرا نے اپنے ایک بیان کے دوران میں کہا۔ حکومت برطانیہ نے میرے روبرو یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ اگر آئرلینڈ سالانہ اخراج کی رقم ادا کر دے تو اس صورت میں انگلستان آئرش مال کی برآمد سے زائد بار کا محصول اٹھائے گا۔ لیکن میں نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ معتبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ اگر مسٹر ڈی ویلرا نے برطانیہ کے ساتھ ملحق رہنے کا فیصلہ کیا تو ممکن ہے برطانیہ آئرلینڈ کے ذمہ واجب الادا رقوم یعنی خراج سے کلی یا جزئی طور پر دستبردار ہو جائے۔

منچوریا کے فوجی حکام نے ڈاکوؤں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک اہم مہم روانہ کی تھی جس نے پندرہ سو ڈاکوؤں کو تہ تیغ کر دیا۔ افواج کا دعوٰی ہے کہ چنگ چون کا تمام علاقہ اب ڈاکوؤں سے خالی ہو گیا ہے۔

امپیریل سکرٹریٹ اور اس کے متعلقہ دفاتر میں کلرکوں یعنی ٹائپسٹوں وغیرہ کے متعلق امتحان کے سلسلہ میں سکرٹری پبلک سروس کمیشن نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں اطلاع دی ہے کہ امتحان مذکورہ ۸ نومبر کو بمبئی۔ کلکتہ۔ دہلی۔ مدراس۔ شملہ۔ الہ آباد اور لاہور میں لیا جائیگا۔

آرمی اور رائل ایئر فورس ہیڈ کوارٹرز کے متعلق حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ اس میں ایسی عورتوں کو کلرک بھرتی کیا جائیگا جو غیر شادی شدہ یا بیوہ ہوں۔ ان کو شادی یا دوبارہ شادی کرنے پر اپنی جگہوں سے مستعفی ہونا پڑیگا۔

ملک معظم نے جمعیتہ اقوام میں عراق کے داخلہ پر شاہ فیصل کو مبارکباد کا پیغام بھیجا ہے اور لکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی سلطنت کی خوشحالی میں اضافہ ہوگا اور ہمارے دو ممالک کے درمیان دوستی کے تعلقات پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔ شاہ فیصل نے جوابی پیغام میں مبارکباد کا شکریہ ادا کیا ہے۔

اوٹاوہ کانفرنس کے معاہدات کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ ۱۳ اکتوبر کو سلطنت برطانیہ کے تمام حصوں میں شائع کر دئے جائیں گے۔

ڈی اے وی کالج لاہور کے تین ہندو طلباء کو ۷ اکتوبر پولیس نے ایک دس برس کے لڑکے پر قاتلانہ حملہ کرنے کے سلسلہ میں گرفتار کر لیا۔ اور تھانہ میں سے جا کر ضمانت پر رہا کر دیا۔

حکومت بمبئی کی ۳۲-۱۹۳۱ء کی آمد و خرچ کے متعلق ایک رپورٹ مظہر ہے کہ اس سال کے اختتام پر ایک کروڑ ۱۸ لاکھ روپیہ کا خسارہ ہوا۔ خسارے کی وجہ کساد بازاری اور سول نافرمانی کی تحریک ہے۔ حکومت کو مال اراضی سے ۷۴ لاکھ محکمہ آبکاری سے ۸۵ لاکھ محکمہ ڈاک و تار سے ۱۵ لاکھ اور محکمہ جنگلات سے ۱۷ لاکھ روپے کم آمدنی ہوئی۔

ہندوستانی تجارت کی رپورٹ متعلقہ ۳۲-۱۹۳۱ء شائع ہو گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تجارتی حالت گذشتہ سال سے بھی زیادہ بری رہی۔ اس کی وجہ عالمگیر اقتصادی زوال ہے۔ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے اس سال ہندوستان کی برآمد میں ۲۹ فیصدی یعنی ۶۵ کروڑ کا خسارہ رہا۔ اور درآمد میں ۸۳ کروڑ کی کمی ہوئی۔ اسی طرح صنعت پارچہ بافی کی درآمد میں ۹ کروڑ اور روئی کی برآمد میں ۲۳ کروڑ کی کمی ہو گئی اس عرصہ میں ۵۸ کروڑ کا سونا باہر بھیجا گیا اور ۲½ کروڑ کی چاندی درآمد کی گئی۔

ہندو مہا سبھا کے سکرٹریوں نے پنڈت مدن موہن مالویہ کو تار ارسال کیا ہے۔ کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت اور سندھ کی علیحدگی کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنا قوم پرستی کے منافی ہوگا۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مخصوص معاہدہ میں کوئی حصہ نہ لیں۔ ہندوؤں نے اچھوتوں کے مسئلہ کے حل کو اپنے مفاد کی قربانی کر کے منظور کر لیا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ہندو سوال تھا۔ لیکن اب ہندوؤں کے مفاد کی مزید قربانی نہیں ہونی چاہیئے۔

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی